خطبہ جمعہ

امام مسجد الحرام فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس لاہور

حمد وثناء کے بعد: اولین اور آخرین تمام لوگوں کو اللہ کی نصیحت تقویٰ اختیار کرنے کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرو۔'' [النساء:۱۳۱] جو شخص اللہ سے ڈر جائے، اللہ اسے بچالیتا ہے، اسے ہر طرح کی خیر وخوبی عطا کرتا ہے اور اسے ہر دکھ اور تکلیف میں کافی ہو جاتا ہے۔ جو اللہ سے ڈر جائے اللہ اس کی مدد کرتا ہے اور اسے عزت سے نوازتا ہے۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔'' [آل عمران:۱۰۲]

اللہ کے بندو! ہمارے نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں: میں تمہارے پاس وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس پر کاربند رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت، لہٰذا جو شخص عزت چاہتا ہے اور ہدایت پر گامزن ہونا چاہتا ہے وہ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرے جس کے بارے میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ''یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل وفکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔'' [ص:۲۹] نیز فرمایا: ''حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔'' [الاسراء:۹]

قرآن اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے کامل، سب سے خوبصورت اور سب سے عمدہ ہے۔ عبادات، اخلاقیات، عقائد، اللہ کے ساتھ تعلق، لوگوں کے ساتھ برتاؤ اور خود اپنے نفس کے حقوق میں سب سے عمدہ راہنمائی کرتا ہے۔ اس لیے سب سے عمدہ گفتگو اللہ رب العزت کی کتاب کی آیات کی تلاوت ہے۔ قرآنی سورتوں میں سے ایک سورت، سورت حجرات ہے۔ اس سورت میں علمائے کرام کے نزدیک اخلاق و آداب بیان ہوئے ہیں کہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے۔ کچھ آداب لوگوں کے شخصی ہیں کہ وہ اپنے ساتھ کیسے پیش آئیں اور لوگوں کے ساتھ کس طرح رویہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو، اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔'' [الحجرات:۱]

اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو۔ یعنی ہمیں روک دیا گیا ہے کہ ہم اپنے فعل، قول، رائے یا فہم میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھیں۔ یا بلا علم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں کوئی بات کریں۔ یا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم جانے بغیر اللہ کی شریعت میں فتویٰ دیں۔ لہٰذا ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم جانے بغیر کوئی فتویٰ دے یا اپنی رائے پیش کرے۔ پھر کسی مخصوص مسئلے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم معلوم ہونے کے بعد اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے، اپنا فہم یا اپنا گمان پیش کرے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے۔ بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا واجب ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اُس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔'' [الاحزاب: ۳۶] بلکہ مومنوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سن کر فوراً سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیے اور کہنا چاہیے: یہ حکم ہمارے سر آنکھوں پر فوراً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی فرمانبرداری کرو اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول کا دوسرا ادب سکھایا۔ وہ یہ ہے کہ آپ کی مجلس میں آواز پست رکھنے کا حکم دیا۔ لہٰذا ہمیں منع کرتے ہوئے فرمایا: ''اپنی آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔'' [الحجرات: ۲] لہٰذا نبی کریم ﷺ سے بات کرتے ہوئے آپ کو آپ کے نام سے بلانا منع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی عزت و تکریم کرتے ہوئے پورے قرآن میں آپ کو آپ کے نام سے نہیں پکارا۔ اللہ نے یا موسیٰ، یا ابراہیم کہہ کر اپنے نبیوں کو خطاب فرمایا ہے لیکن یا محمد کہہ کر آپ سے خطاب نہیں کیا۔ بلکہ آپ کو آپ کے صفاتی ناموں سے خطاب کیا۔ ارشاد ہوا: ''اے پیغمبر ﷺ! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔'' [المائدۃ: ۶۷] ''اے نبی ﷺ! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں اُن کی عدت کیلئے طلاق دیا کرو اور عدت کے زمانے کا ٹھیک ٹھیک شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔'' [الطلاق: ۶۵]

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو آپ کے صفاتی ناموں رسول اور نبی کہہ کر پکارا، اس سے آپ کی عزت و تکریم مقصود ہے۔ اس لیے ہمارے لیے بھی جائز نہیں کہ ہم آپ کو آپ کا نام مبارک لے کر آواز دیں بلکہ آپ کے صفاتی ناموں سے آپ کو یاد کرنا چاہیے۔ نیز آپ کو باآواز بلند بلانا اور آپ کی مجلس میں اونچی آواز سے باتیں

کرنا بھی خلاف ادب ہے۔ کیونکہ اونچی آواز سے کسی عام کو بلانا بھی خلاف ادب سمجھا جاتا ہے تو نبی کریم ﷺ کے ادب واحترام کا تقاضا بھی یہ ہے کہ آپ سے آہستہ اور نرم لہجے میں بات کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کے سردار کے ساتھ بات کرنے کا ادب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا تاکہ آپ سے بات چیت کرتے وقت آوازیں پست رکھو۔ یہ آپ کے ادب واحترام اور عزت وتکریم کا کمال ادب ہے۔ آپ پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

آپ کی وفات کے بعد ہمیں آپ کی مسجد میں ان آداب کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہم اپنی آوازیں پست رکھیں اور شور نہ کریں۔ آپ کی مجلس میں آواز بلند کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ کے حکم کے سامنے اپنی عقل ودانش اور رائے کا اظہار کیا جائے۔ آپ کی وفات کے بعد ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم آپ کی سنت کے خلاف اپنی آوازیں بلند کریں۔ جب ہمیں آپ کی حدیث، سنت، کوئی حکم یا ممانعت کا علم ہو جائے تو فوراً اس کی تعمیل کرنی چاہیے۔ اس کے خلاف اپنی آراء، فکر ودانش اور گمان کو پیش نہیں کرنا چاہیے۔ آپ کے فرمان کے خلاف تجاویز دینے سے بچنا چاہیے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یہ آپ کے سامنے آوازیں بلند کرنے اور آپ کے فرمان سے آگے بڑھنے کے مترادف ہوگا۔ جو شخص یہ کام کرے گا اس کے بارے میں خدشہ ہے کہ وہ اس شدید وعید کا مستحق ہو جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اپنی آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ نبی ﷺ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' [الحجرات:۲]

لہٰذا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے سامنے اپنی فکر، سوچ، رائے اور حکم پیش کرتا ہے، اس کے بارے میں ڈر ہے کہ وہ اس وعید کا مستحق ہو جائے گا۔ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اگرچہ وہ نمازیں پڑھتا رہے، روزے رکھتا رہے اور حج کرتا رہے۔ اس کی تبلیغ، عبادات اور لوگوں کی خیر خواہی کرنا، سب برباد ہو جائے گا، کیوں کہ اس نے اپنی رائے، فکر اور فتوے کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر مقدم کیا ہے اور یہ بڑا خطرناک مسئلہ ہے۔ ہم صحافی برادری، میڈیا، دانش وروں، سیاستدانوں، علمائے کرام، داعیانِ اسلام اور دیگر لوگوں کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ فرمان رسول کو خصوصی اہمیت دیں اور اس کے بارے حساسیت کا مظاہرہ کریں۔ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان آجائے تو ہم کہہ دیں یہ حکم ہمارے سر آنکھوں پر، ہم اس کی تعمیل کیلئے حاضر ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے سامنے ہمارے فیصلوں اور رائے کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ ہمارے لیے واجب ہے کہ ہم اسے تسلیم کریں اور اس کی اتباع کریں۔

حاضرین کرام! اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آوازیں پست رکھتے ہیں اور آپ کا احترام کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے جانچ لیا ہے۔'' [الحجرات:۳] یعنی اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کیلئے خالص بنا دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کا ادب واحترام خالص تقویٰ ہی کی بنا پر ہوتا ہے۔ یہ مسلمان کیلئے اللہ کی توفیق اور اکرام ہی سے ممکن ہوتا ہے۔

لہٰذا جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ سنت نبوی ﷺ کا پیروکار ہے اور سنت نبوی پر گامزن ہے تو جان لو کہ اسے اللہ کی توفیق حاصل ہے اور وہ اللہ کی طرف سے ہدایت اور نورانی رستے پر گامزن ہے اور اس کی فرمانبرداری اللہ کی توفیق سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے بکثرت سوال نہیں پوچھتے تھے۔ اگر قرآن مجید میں مذکور سوالات جمع کرو، جیسے ﴿یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْأَهِلَّةِ﴾ یا ﴿وَ یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ﴾ ''یہ آپ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں۔'' یا ''یہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔'' تو یہ سوالات چند ہی ہیں۔ حالانکہ ضروریات صحابہ رضی اللہ عنہم بے شمار تھیں لیکن وہ آپ کے ادب و احترام کی وجہ سے بہت کم سوالات پوچھتے تھے، بلکہ وہ اس وقت خوش ہوتے تھے جب کوئی بدوی اور مسافر مدینہ منورہ آتا اور آپ سے سوالات پوچھتا، آپ اس کے سوالات کے جواب دیتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بغور سنتے اور علم حاصل کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے بڑھ کر آپ کی عزت وتکریم کرتے تھے اس کے باوجود وہ بہت کم سوالات پوچھتے تھے وہ وحی کے نزول یا آپ کے حکم کے منتظر رہتے تھے تاکہ فوراً تعمیل کریں۔ وہ نہایت آہستہ آہستہ باتیں کرتے تھے حتیٰ کہ بعض دفعہ بات سمجھنا مشکل ہو جاتا تھا اور جب سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا مسئلہ ظہار پوچھنے آئیں تو بڑی آہستگی سے اپنا سوال پیش کیا اور اللہ نے سورہ مجادلہ کی یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَکِیْ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پاس ہی بیٹھی تھی لیکن سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کی باتیں سمجھ نہ سکی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں جبکہ اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر یہ ساری باتیں سنیں اور جواب بھی عنایت کیا۔ اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا بے حد ادب واحترام کرتے اور آپ کی سنت کا انتہائی احترام کرتے، لہٰذا علمائے کرام رحمہم اللہ اور طلبہ کو سنت نبوی اور فقہ کا علم حاصل کرتے ہوئے سب سے پہلی کوشش یہ کرنی چاہیے کہ وہ اس سنت اور دلیل کا مقصود

سمجھیں۔علمائے کرام کا سنت کو سمجھنے میں اختلاف کرنا قابل احترام ہے۔سنت نبوی ﷺ کی تفہیم میں ان کے مختلف اقوال قابل احترام ہیں لیکن جو شخص نصوص کے بالکل برعکس بات کرے تو وہ قابل قبول نہیں۔یا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو اپنے فہم، رائے، آباؤ اجداد، شیوخ یا پیروکاروں کی رضا کیلئے رد کرے تو اس کا یہ رویہ ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سب نے یہی کہا ہے کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو میرا مذہب اسی کے مطابق ہے۔چاروں ائمہ کرام اتباع سنت کو واجب قرار دیتے ہیں لیکن کبھی کبھی ان کا سنت نبوی کے فہم میں اختلاف ہو جاتا ہے۔علمائے کرام اور طلبہ کو ان کا بخوبی علم ہے اور یہی وہ وجہ ہے ان کے اختلاف رائے کی۔لیکن اس کے باوجود بھی ائمہ اتباع سنت کے وجوب پر متفق ہیں اور ہم اللہ کے نبی ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے پیروکار ہیں۔وہ ائمہ جنہوں نے دین اسلام کا پرچم سربلند کیا، وہ ائمہ اربعہ اور ائمہ محدثین ہیں۔مثلاً امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور دیگر ائمہ محدثین، ائمہ فقہ اور ائمہ علم رحمہم اللہ جنہوں نے اس سنت نبوی ﷺ کو حاصل کیا، اس کی حفاظت کی اور صحیح کو ضعیف سے الگ کیا اور اپنی عمریں سنت نبوی کو سیکھنے میں صرف کیں اور ایسی نصوص کو جمع اور تطبیق دیتے ہوئے عمریں گزاریں جن میں بعض اوقات ظاہری تعارض نظر آتا ہے، علمائے کرام کی یہ محنتیں بڑی بابرکت ہیں کہ انہوں نے شرعی نصوص سے مسائل کے استنباط میں عمریں گزار دیں۔یہ ساری کوششیں اتباع سنت کے دائرے میں آتی ہیں اور شارع کے مقصد کو سمجھنے کیلئے ہیں۔ان کا مقصد قرآن وسنت کی نصوص کا فہم حاصل کرنا تھا تاکہ ان کی اتباع کی جاسکے اور انہیں عملی زندگی کا حصہ بنایا جاسکے۔یقیناً یہ سب بھی سنت نبوی کے سامنے آوازیں پست کرنے کا ایک انداز ہے۔

اخلاص ایمان اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سنت کی معرفت کا مقصد یہ بنالیں کہ ہم نے اس پر عمل کرنا ہے، اپنی رائے، فکر یا مذہب کی تائید لینا مقصد نہ ہو۔جب شرعی نصوص کی تحقیق وتخریج کریں تو ہمارا مقصد یہ نہ ہو کہ ہم اپنے مذہب یا شیوخ کی تائید وحمایت کریں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں شارع حکیم کا مقصود و مطلوب معلوم ہو جائے تاکہ ہم اس پر عمل پیرا ہوسکیں۔جو اللہ ہم سے چاہتا ہے اور جس کا ارادہ رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے ہم وہ مقصد پورا کریں۔جبکہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شارع حکیم کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو خواہشات نفس کی اسیری سے آزاد کر کے شرعی مقاصد کا تابع بنایا جائے۔اس اصول کے تحت ہمیں اپنے

شاگردوں اور عوام کی تربیت کرنی چاہیے اور نصوص کی قراءت سے ہمارا مقصد ان کی اتباع ہونا چاہیے۔ ہمارا مقصد کسی کی تقلید کرنا یا اپنے اساتذہ کی طرف داری کرنا نہ ہو۔ میری دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو ہدایت کی راہ دکھائے۔ ہمیں درست بات کو حق بنا کر دکھائے اور اس کی پیروی کی توفیق دے اور باطل کو باطل دکھائے اور اس سے اجتناب کی توفیق دے۔ برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے ان بدویوں کی مذمت کی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے گھر کے باہر کھڑے ہو کر آپ کو اونچی آواز سے بلاتے تھے اور کہتے تھے: اے محمد ﷺ باہر آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی اور فرمایا: ''اے نبی ﷺ! جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر وہ تمہارے برآمد ہونے تک صبر کرتے تو انہی کیلئے بہتر تھا۔'' [الحجرات: ۴، ۵]

برادران اسلام! یہ بڑی عظیم سورت ہے اس میں بڑے عظیم آداب مذکور ہیں۔ ابتدا میں اللہ اور اس کے حکم کے آداب ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کی سنت کے آداب بیان ہوئے ہیں۔ اسی طرح امت کے اتحاد اور اتفاق کے عظیم آداب بھی اس میں بیان ہوئے ہیں۔ سورت نے ایسے آداب پر ابھارا ہے جس سے امت میں اتفاق و اتحاد اور باہمی محبت پیدا ہوتی ہے اور ایسی تمام چیزوں سے ڈرایا ہے جو امت میں افتراق پیدا کریں اور اس کے اتحاد کو نقصان دیں۔ پہلی چیز یہ بتائی کہ افواہوں اور بے بنیاد خبروں سے بچو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔'' [الحجرات: ۵]

لہٰذا خوب تصدیق کر لو، تفتیش کر لو، تحقیق کر لو، جب کوئی تمہارے مسلمان بھائیوں کے بارے میں کوئی خبر لے کر آئے تو پوری تصدیق کر لو۔ خصوصاً جب کہ خبر فتنہ انگیز ہو یا بہت بری خبر ہو۔ اپنے مسلمان بھائیوں پر الزام تراشی میں عجلت سے کام مت لیں۔ ان کے عقائد، ان کے مناہج، ان کے اخلاق، ان کے گھروں اور ان کے حالات کے بارے میں آنے والی خبروں پر فوری یقین نہ کر لیں بلکہ ان کے بارے میں اچھا گمان رکھیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اُسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے؟'' [النور: ۱۲]

مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھنا واجب ہے، وہ کوئی بھی ہو اس کے بارے میں اچھے خیالات رکھنا چاہیے۔ اگر چہ وہ کسی معاملے میں کوتاہی بھی کر رہے ہوں تو بھی مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا ضروری ہے۔ ہمیں اپنے دل اور سینے کو مسلمانوں کے بارے میں پاکیزہ اور صاف رکھنا چاہیے۔ اگر چہ ان کے

بارے میں ہمیں بری خبریں ملیں پھر بھی ہمیں ان کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ ہمیں خبروں کی پوری تحقیق کر لینی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم غلط خبروں کی بنیاد پر کوئی قدم اٹھالیں اور بعد میں پچھتانا پڑے کہ ہم اپنے مسلمان بھائی کے حق میں غلطی کر بیٹھے۔ خصوصاً علمائے کرام، قائدین اور حکمرانوں کے بارے میں ملنے والی خبروں کی بخوبی تحقیق کر لینی چاہیے ان کا یہ حق بڑا عظیم ہے، ان کے بارے میں برا گمان رکھنے کے اثرات بڑے نقصان دہ ہیں۔ علمائے کرام، طلاب علم، داعیان اسلام اور معزز شخصیات کے بارے میں برا گمان رکھنے سے ان کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے بلکہ ان پر الزام آنے سے لوگ دین ہی کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں اور وہ تمام دینی علماء اور مشائخ کو برا خیال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اگر ان میں کسی کی کوئی کوتاہی نظر آئے تو خیر خواہی کرتے ہوئے اسے تنبیہ کریں۔ اسے رسوا کرنے یا اس کی تشہیر کرنے کی بجائے اسے نصیحت کی جائے۔ مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کی خامیاں مت بتائیں۔ اسی طرح حکمرانوں اور ذمہ دار لوگوں کی خامیاں عوام میں مشہور نہیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ اس سے ملکی امن و امان تباہ ہو جائے گا۔ جب ہم حکمران اور ذمہ داران پر الزام تراشی کریں گے تو عوام کا ان پر اعتماد ختم ہو جائے گا۔ شریر اور مجرم لوگ فساد برپا کر دیں گے اور امن و امان غارت ہو جائے گا۔ قتل و غارت عام ہو جائے گی اور مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا اور یہ ادب کے منافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنی ادب سکھایا کہ ہمیں مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے اور جب ہمیں کوئی بری خبر ملے تو اس کی تحقیق کر لینی چاہیے۔ اگر تحقیق کے بعد بری خبر ثابت ہو جائے تو اسے مشہور نہ کریں بلکہ ہمیں اپنی کوششیں اصلاح کرنے میں صرف کرنی چاہئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں بے حیائی پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔'' [النور:۱۹] اس آیت میں مذکورہ فاحشہ سے مراد بری بات ہے۔ لہٰذا بری باتوں کی تشہیر سے رکنا چاہیے۔ ایسی باتوں کی تشہیر سے امت کمزور ہوتی ہے۔ ہمیں خیر و بھلائی کی باتیں نشر کرنی چاہئیں۔ خیر کی خبروں کو پھیلانا چاہیے تاکہ امت مضبوط ہو اور ان کے دل توانا ہوں۔ یہ بڑا عظیم ادب ہے اس پر عمل پیرا ہو کر ہم امت کو جمع کر سکتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے احسان کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد ہوا: ''خوب جان رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لیا کرے تو تم خود ہی مشکلات میں مبتلا ہو جاؤ۔'' [الحجرات:۷]

''عنت'' سے مراد مشقت ہے۔ نبی کریم ﷺ امت کیلئے ان کی اپنی جانوں سے بھی بڑھ کر مہربان

ہیں۔ وہ انہیں ان کی جانوں سے بھی زیادہ جانتے ہیں کیوں کہ اللہ نے انہیں سکھایا ہے۔ آپ اللہ کی وحی اور حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہیں کرتے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ تمہاری خواہشات کی پیروی کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ کو خوب علم ہے کہ تمہارے لیے کیا چیز بہتر ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو وحی کر کے بتاتے ہیں کہ کیا چیز تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں بہتر ہے۔ لیکن یہ اللہ کا خاص کرم ہے اور مومنوں پر اس کا فضل ہے کہ اس نے ایمان کی بدولت مومنوں کو محبوب بنا دیا اور اسے دلوں کی زینت بنا دیا اور تمہارے لیے کفر و نافرمانی اور گناہوں کو ناپسندیدہ بنا دیا اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

برادران اسلام! اللہ نے ہمارے لیے ایمان کو محبوب بنایا، اسے ہمارے دلوں میں مزین کیا اور ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔ یہ ہماری قوت اور احسان کی بنا پر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کے پیچھے لگیں گے تو وہ آپ کو راہ راست سے ہٹا دیں گے۔'' نیز فرمایا: ''اگرچہ آپ بڑے حریص ہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔'' نیز فرمایا: ''میرے بہت تھوڑے بندے شکر گزار ہیں۔'' یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان تھوڑے لوگوں میں شمار کیا ہے۔ اس نے یہ احسان جتایا ہے کہ اس نے ہمیں ایسی اکثریت میں شامل نہیں کیا جو جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ یہ اللہ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں اس عظیم دین کی راہ دکھائی۔

ہم اپنی قوت، علم، فہم اور نسب کی بنا پر اس نعمت سے بہرہ مند نہیں ہوئے بلکہ خاص اللہ کے فضل و کرم سے یہ نعمت ہمیں ملی ہے۔ لہٰذا ہمیں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت دی اور اسے ہمارے دلوں کی زینت بنایا۔ کفر، نافرمانی اور گناہوں کو ہمارے لیے ناپسندیدہ بنایا۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو گمراہی میں ہیں اور وہ جہنم رسید ہوں گے۔ کتنے لوگ ہیں جو اللہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور اللہ نے ان پر اپنا فضل و کرم کر کے ایمان کی دولت سے نہیں نوازا۔ اللہ نے ہم پر فضل کیا اور ہمیں سجدہ کرنے کی توفیق دی۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ بہت سارے لوگ غیر اللہ کو سجدے کر رہے ہیں۔ اللہ نے آپ کو ایک اللہ پر ایمان لانے کی توفیق دی جب کہ بے شمار لوگ کئی معبودان باطلہ کو ماننے والے ہیں لہٰذا ہم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر اللہ کے بہت شکر گزار ہیں اور اس کے فضل و کرم کے معترف ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ایک اور ادب ذکر فرمایا ہے۔ امت کے اتحاد اور اتفاق کا مسئلہ اس کیلئے امت کو بھرپور کوششیں کرنی چاہئیں۔ امت کے اجتماع اور اتحاد کیلئے علمائے کرام، داعیان اسلام، حکمرانوں، سیاستدانوں، میڈیا، اہل مدرسہ اور مربی حضرات کا کوشش کرنا واجب ہے۔

اللہ نے وضاحت فرمادی کہ اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو ہم کیسے معاملات کو سلجھائیں۔ارشاد ہوا:"اگر دو مومن جماعتیں لڑائی کرنے لگیں۔"

یعنی ان کا اختلاف اتنا شدید ہوا کہ وہ جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔اللہ نے اس حالت میں بھی انہیں مومن کہا ہے اورانہیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا۔وہ ابھی تک مومن ہی ہیں لیکن باہمی اختلاف ہو گیا ہے۔ اب امت کیلئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اصلاح کیلئے مداخلت کرے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"اگر دو مومن جماعتیں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرادو۔"(اور یہاں صیغہ امر وجوب کیلئے ہے کہ تم صلح کراؤ)

دو اختلاف کرنے والوں میں صلح کراؤ،وہ اختلاف کرنے والے خواہ دولڑنے والے اشخاص، جماعتیں، میاں بیوی یا دو ہمسائے ہوں، بھائی کا بھائی سے اختلاف ہو، یا ایک جماعت دوسری جماعت سے جھگڑے یا دو علما کا اختلاف ہو یا دو ملکوں کی لڑائی ہو یا دو گروہوں کی۔واجب یہ ہے کہ باقی مومن ان کی صلح کرانے کیلئے کوشش کریں،لڑائی بھڑکانے اور اختلاف کو ہوا دینے کی کوشش نہ کریں۔بعض دفعہ میاں بیوی کی صلح کرانے والے ان کی لڑائی کو بھڑکا دیتے ہیں۔یہ اصلاح نہیں، بلکہ دخل اندازی ایسے انداز میں ہونی چاہیے کہ ان کا گھر بسا رہے اور جدائی کی نوبت نہ آئے۔ایسا طریقہ اختیار کریں کہ ان کی محبت قائم ہو جائے اور نفرت ختم ہو جائے۔لہٰذا صلح کیلئے اچھے انداز میں مداخلت کرنا واجب ہے۔اگر ایک گروہ زیادتی پر قائم رہے اور سرکشی سے باز نہ آئے اور ظلم میں حد سے گزر جائے اور صلح کی طرف نہ آئے تو پھر انہیں بزور قوت صلح کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔کیونکہ ارشاد ربانی ہے: "اگر ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو تم اس سے لڑو جو ظالم ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

لہٰذا صلح کی کوششیں بالتدریج ہونی چاہئیں اور احسن انداز میں ہونی چاہئیں حتیٰ کہ جب قوت استعمال کیے بغیر چارہ نہ رہے تو پھر قوت کا استعمال بھی کرنا ہوگا۔کیونکہ صلح، اتحاد اور اتفاق اعلیٰ مقصد ہے جسے امت کیلئے حاصل کیا جائے گا۔لیکن اگر وہ صلح پر آمادہ ہو جائے تو پورے عدل وانصاف کے ساتھ ان کی صلح کرادی جائے۔کسی ایک گروہ کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی کیے بغیر صلح کرائی جائے اور صلح کے بعد دباؤ اور قوت کا استعمال بند کر دیا جائے۔اگر صلح اور اتحاد کا مقصد حل ہو جائے تو اس جماعت پر پریشر ڈالنا اور اس کے خلاف قوت کا استعمال روکنا واجب ہے، کیوں کہ جب وہ لڑائی سے باز آ جائے تو وہ گروہ ہمارا مسلمان بھائی ہے۔اس کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں۔اللہ نے حکم دیا ہے کہ اگر دو جماعتیں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرادو اور اگر ایک جماعت ظلم کرے تو اس سے لڑو حتیٰ کہ وہ صلح کو تسلیم کر لے اور اگر وہ واپس آ جائے تو پورے عدل وانصاف سے صلح کرادو بے شک اللہ

انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ کیوں کہ اللہ بھی عدل کرنے والا ہے۔ اللہ ظلم کو ناپسند کرتا ہے۔ اس نے ظلم کو اپنے لیے حرام کیا ہے اور اپنی مخلوق کے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے اور ہمیں ظلم کرنے سے منع کیا ہے۔ حتیٰ کہ غیر مسلموں اور دشمنوں پر بھی ظلم کرنے سے منع کیا ہے۔ ہم اپنے وسائل اور دین کی حفاظت کیلئے قوت استعمال کریں گے۔ عدل بیش قیمت ہے جب کہ قوت کی اپنی اہمیت ہے۔ اسے موقع کی مناسبت سے استعمال کریں گے اور کبھی نرمی سے بھی پیش آئیں گے۔ جب کہ عدل وانصاف ہر کسی کے ساتھ ہوگا۔ دوستوں، اہل وعیال، دشمنوں، موافق اور مخالف سبھی کے ساتھ عدل وانصاف کرنا ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم اصول بیان کیا ہے جسے مسلمان کو اپنا نصب العین بنانا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''بلاشبہ مومن بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے بھائیوں میں صلح کرایا کرو۔ اور اللہ سے ڈرو''

اللہ نے تقویٰ کی شرط بیان کی ہے کہ اللہ سے رحمت چاہتے ہو تو اس سے ڈرو۔ اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور یہ اصول تا قیامت رہے گا۔ مومن بھائی بھائی ہیں۔ اگرچہ ان کی انواع اور رنگ مختلف ہوں، ان کی لغات اور طبقات خوشحالی اور فقر وفاقے میں جدا جدا ہوں۔ ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ مومن بھائی بھائی ہیں۔ یہ قاعدہ اور اصول ہر روز پانچ بار پوری آب وتاب سے سامنے آتا ہے۔ صفیں بنتی ہیں اور سب لوگ برابر کھڑے ہوتے ہیں۔ امیر وغریب، وزیر اور فقیر میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ موسم حج میں اس بھائی چارے کا بہت بڑا اظہار ہوتا ہے جب سبھی لوگ ایک ہی لباس میں ایک ہی جگہ ایک ہی عبادت ادا کررہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا لوگ سب برابر ہیں اور مومن بھائی بھائی ہیں۔ ہمیں اس اخوت کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے۔ باہمی محبت والفت اور ہمدردی کو فروغ دینا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومنوں کی باہمی محبت والفت اور پیار کی مثال ایک جسم کی ہے، اگر ایک حصہ بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بخار اور بیداری کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہمیں ساری دنیا میں اپنے بھائیوں کے دکھ اور حالات کی خبر اور احساس ہونا چاہیے۔ وہ دنیا کے مشرق ومغرب یا شمال وجنوب میں جہاں کہیں ہوں ہمیں ان سے اخوت کے رشتے کا احساس ہونا چاہیے۔ ان کا دکھ ہمارا دکھ ہے، ان کی مصیبتیں ہماری مصیبتیں ہیں، ان کی امیدیں ہماری امیدیں ہیں۔ وہ خیر کی تمنا کریں تو ہم بھی ان کیلئے خیر کے متمنی ہوں اور ہم ان سے اللہ کی رضا کی خاطر محبت والفت کا تبادلہ کریں۔ دینی اور اخوت کے رشتے کو مضبوط رکھیں۔ جہاں بھی ہوں ہم اپنی استطاعت کے مطابق ان کی مدد

کریں ہم ان کی تکالیف اور دکھوں کو اپنی ملکی مجالس میں موضوع بحث بنائیں اور ان میں سے کسی ایک کو نقصان دیے بغیر سب کی مدد کریں۔ ہمیں اس مضبوط رشتے کا احساس ضرور کرنا چاہیے اور یہ رشتہ دینی اخوت کا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان آداب کے ساتھ وہ چیزیں بھی بیان کی ہیں جس سے یہ رشتہ کمزور ہوتا ہے، دشمنی اور مخالفت پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔'' [الحجرات:11]

دین اسلام میں مذاق اڑانا منع ہے، کسی مسلمان مرد وعورت کا مذاق اڑانا جائز نہیں، اس کے جسمانی، دینی و مالی معاملات کے کسی نقص کی بنا پر اس کا مذاق اڑانا درست نہیں۔ حتیٰ کہ اگر وہ گناہ گار بھی ہو تو اس کو عار دلانا درست نہیں۔ بلکہ تمام مسلمانوں کا ادب واحترام کرنا بے حد ضروری ہے اور یہ ممانعت تمام مسلمان مرد وخواتین کیلئے ہے کہ وہ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا کہ ہم ایک دوسرے کے عیوب نہ بیان کریں اور برے ناموں سے نہ بلائیں۔ ارشاد ہوا: ''اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔'' [الحجرات:11] لوگوں کو ان کے بگڑے ہوئے ناموں سے نہ بلاؤ بلکہ ان کے اصلی ناموں سے بلاؤ۔ لہٰذا جو نام کسی کو ناپسند ہو اسے اس نام اور لقب سے پکارنا منع ہے یا اسے کسی جسمانی یا اخلاقی عیب کی بنا پر عار دلائیں۔ یہ مذاق، یہ عار دلانا اور برے ناموں سے کسی کو پکارنا کسی صورت درست نہیں۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں میں نفرت ودشمنی پیدا ہوتی ہے اور تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ ان میں انتشار وافتراق کو ہوا ملتی ہے۔ ان میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور اسلام کا عظیم مقصد اتحاد واتفاق حاصل نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔'' [الحجرات:11]

دوسرا خطبہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد: برادران اسلام! اس عظیم اصول کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اور عظیم ادب سکھایا ہے تاکہ امت میں اتحاد واتفاق برقرار رہے اور ہر وہ چیز چھوڑ دینے کا حکم دیا جو اس محبت والفت اور

اتحاد و اتفاق کو نقصان پہنچائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو، اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔'' [الحجرات:۱۲]

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمانوں کے بارے میں برا گمان رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ہمیں ان کے بارے میں کوئی خبر ملے یا نہ ملے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس برے اخلاق سے منع کیا ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں برا گمان نہ رکھا جائے۔ بہت سارے گمانوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیوں کہ کچھ گمان بذات خود گناہ ہوتے ہیں اور کچھ گناہ تک پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: ''تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔'' یعنی مسلمانوں کے عیب مت ٹٹولو اور ان کی گھریلو خبروں کی تلاش میں مت لگے رہو جس کو وہ چھپانا چاہتے ہیں اس کی ٹوہ میں مت لگو۔ مسلمانوں کے خصوصی معاملات میں دخل اندازی درست نہیں اور نہ ان کی ٹوہ لگانا جائز ہے۔ جو چیز سامنے آجائے اسی پر رک جاؤ اور جو خفیہ ہے اسے مت تلاش کرو۔

پھر فرمایا: ''ایک دوسرے کی غیبت مت کرو۔'' غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کا ایسا تذکرہ جو اسے ناپسند ہو اور وہ مجلس میں موجود نہ ہو۔ یہ کبیرہ گناہ اور حرام ہے جس سے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا ہے اور اللہ نے غیبت کی بڑی بری مثال بیان کی ہے۔ فرمایا: ''کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟''

یعنی تم نے اپنے بھائی کی غیبت کر کے گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے، تو کیا مسلمان مردار گوشت کھانے یا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ بلکہ غیبت اور چغلی عذاب قبر کے اسباب میں سے ہے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے اور مسلمانوں کے افتراق کا ایک سبب ہے۔ مسلمانوں کے درمیان نفرت اور عداوت کے بیج بوتی ہے اس لیے اس سے اجتناب کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں تقویٰ کا حکم دیا اور اس سورت میں تقویٰ کا حکم متعدد بار دیا ہے۔ ان مذموم اعمال سے روکنے والی چیز اللہ کا ڈر ہی ہے۔ تقویٰ وہ احساس ہے کہ اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا آپ گناہوں سے رک جاتے ہیں اور اس طرح آپ عذاب الٰہی سے بچ جاتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک شخص کانٹوں والی سرزمین سے گزر رہا ہے تو وہ کانٹوں سے بچ بچ کر گزرتا ہے۔

لہٰذا تقویٰ بہت ضروری ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اللہ کا ڈر پیدا کرنا چاہیے تا کہ وہ ان گناہوں سے بچیں۔ جو مسلمانوں کے اتحاد اتفاق کو پارہ پارہ کرتے ہیں۔ جو شخص ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہو تو اسے توبہ کرنی چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا اختتام توبہ کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے کہ اللہ بڑا مہربان اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ لہٰذا ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور وہ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے۔ وہ ان کے ساتھ ان کی جانوں اور ان کے والدین سے بھی بڑھ کر رحیم و کریم ہے۔ اللہ نے گناہ گار مسلمان کیلئے توبہ کا دروازہ کھولا ہے تا کہ وہ توبہ کر لے اور کافر کیلئے توبہ کا دروازہ کھولا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لے تو اللہ اس کے سابقہ سارے گناہ معاف فرما دے گا بلکہ اللہ کی رحمت کی انتہا تو یہ ہے کہ وہ ان گناہوں اور سیاہ کاریوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم لوگوں کو بتائیں کہ اللہ کی رحمت اور توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور انہیں یہ بتائیں کہ اللہ رحیم و کریم ہے تو جبار اور قہار بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان بھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور اصول بیان کیا ہے:

''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ زبانیں اور قبیلے اور ملک اس لیے بنائے ہیں تا کہ باہمی تعارف ہو سکے۔ ایک دوسرے پر فخر و غرور کے اظہار کیلئے نہیں بنائے۔ یہ ہے اس کی حکمت کہ تمہارے قبائل بنائے۔ جب کہ فخر و غرور اور عزت قبائل کی بنیاد پر نہیں، حسب و نسب کی بنیاد پر نہیں بلکہ اسی آیت میں اس کا اصول بھی بتایا کہ ''درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

لہٰذا عزت و تکریم کی بنیاد حسب و نسب یا مال و دولت کی بنا پر نہیں بلکہ عزت و افتخار کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ اس لیے سب سے بڑا معزز سب سے بڑا متقی ہے۔ یہ متقی شخص مال و متاع سے محروم ہو اور حسب و نسب میں کم تر ہو سکتا ہے لیکن وہ اپنے ایمان و تقویٰ کی بنیاد پر رب کے نزدیک نہایت معزز ہے۔ اپنے اعمال کی بنا پر معزز ہے۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

تقویٰ ظاہری زیب و زینت اور ظاہری اظہار کا نام نہیں اور نہ یہ لباس و موقف ہے جس کا اظہار وہ

لوگوں کے سامنے کرے اور کہے کہ میں متقی ہوں۔ بلکہ اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے اسے بخوبی معلوم ہے کہ متقی کون ہے اور ریاکار کون؟ اگرچہ تم بعض لوگوں کو تقوے کا اظہار کر کے دھوکہ دینے میں کامیاب ہو بھی جاؤ تو تم اپنے علیم وخبیر رب کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ کیوں کہ وہ علانیہ اور خفیہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ وہ سینے کے راز بھی بخوبی جانتا ہے۔ لہٰذا ہمیں خوف الٰہی اور اللہ کی رضا کو اپنا نصب العین بنالینا چاہیے۔

اگر ہم ایسا کرلیں تو ہمیں توفیق الٰہی ملے گی اور عنقریب اللہ تجھے روئے زمین پر مقبول ہستی بنادے گا۔ جیسا کہ اللہ کے رسول کا فرمان ہے: ''جب اللہ کسی بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو جبریل کہتا ہے میں نے فلاں کو اپنا محبوب بنالیا ہے تو تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر جبریل آسمان والوں میں اعلان کرتا ہے کہ فلاں بندہ اللہ کا محبوب ہے تو تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر جبریل آسمان والوں میں اعلان کرتا ہے کہ فلاں بندہ اللہ کا محبوب ہے تم بھی اسے محبوب بنالو۔ لہٰذا اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اسے اہل زمین کا بھی محبوب بنادیا جاتا ہے۔''

لوگوں کے دلوں میں محبت ڈالنے اور روئے زمین پر اسے محبوب بنانے والا اللہ ہے۔ جو آنکھ کی خیانت اور سینے کے رازوں کو جانتا ہے، جو خفیہ اور علانیہ ہر چیز کو بخوبی جانتا اور اس سے خبردار ہے۔ لہٰذا تم اپنے اعمال لوگوں کو دکھانے کیلئے نہیں بلکہ اللہ کو راضی کرنے کیلئے کرو۔ اللہ کو راضی کرنے کی حرص کرو، اللہ کے تقرب اور اس کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرو پھر اللہ تمہیں لوگوں کا محبوب بنادے گا۔

برادران اسلام! جان لو کہ دنوں میں سے جمعہ کا دن بڑا عظیم ہے۔ جمعہ کے روز اللہ کے رسول پر بکثرت درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے بکثرت درود وسلام پڑھو۔ اے اللہ دین کی مدد کرنے والوں کی مدد فرما۔ دین کے دشمنوں کو رسوا کردے۔ اے اللہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو خوشحالی اور امن وامان عطا فرما۔ اس کے دشمنوں کے منصوبے خاک میں ملادے۔ حاسدین کے حسد سے محفوظ فرما اور تمام اسلامی ممالک کو خوشحال اور پُر امن بنادے۔

اے اللہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے حالات سنوار دے۔ اے اللہ شام، عراق، برما، فلسطین، لیبیا، یمن، کشمیر اور ساری دنیا میں مسلمانوں کا مددگار ہوجا۔ آمین! (بشکریہ: ہفت روزہ اہل حدیث ''لاہور'')

ارشد محمود زرگر کو صدمہ

مورخہ 17 فروری بروز ہفتہ ارشد محمود زرگر کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور نیک خاتون تھیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر نے پڑھائی۔